محمد سلیم الرحمن کی نظم نگاری: موضوعاتی تنوع اور ہیئتی مطالعات

Muhammad saleem ur Rehman's poetry:Thematic Diversity and structural Study

زرغونہ کنول
پی ایچ ڈی سکالر، دی وومن یونیورسٹی، ملتان
ڈاکٹر شاہدہ رسول
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، دی وومن
یونیوسٹی، ملتان

Abstract:

Muhammad Saleem -ur- Rehman`s poetry has its own unique identity in modern Urdu poetry in terms of themes, structure and diction. Muhammad Saleem-ur- Rehman has described his experiences of society and subjectivity so subtly that these poems embody historical, conscious and universal truths as well as cultural, political, spiritual and literary values in themselves. His command on Arabic, Persian, English, Spanish, Germen and other European languages and extensive study reflect themselves in his peculiar literary style and supreme literary taste. The mixture of new and old in themes and structure of his poetry has evolved a modern way of expression. The Essayist has done a thematic and structured study of in this article.

کلیدی الفاظ۔ ابرار احمد، ناصر عباس نیر، ہائیکو، غلام حسین ساجد، حشمت خان

اس سے کوئی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر تخلیق کار کا تخلیقی شعور اور ایک آفاقی تناظر ہوتا ہے جو اسے دیگر معاصرین یا ادباء کی صف میں ممتاز کرتا ہے اپنے سماج اور داخلیت کے تمام تر تجربہ کو اس غیر محسوس طریقے

سے اپنے اندر سمونے کے بعد تاریخی شعور اور عالمگیر سچائی کو صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتا ہے۔ تاریخی شعور اور عالمگیر سچائی کے ساتھ تخلیق کار بالخصوص جدید نظم کے تخلیق کار کے ہاں انسانی ذات کو موضوعِ سخن بنایا جاتا ہے۔ اس تخلیقی عمل کے دوران نظم نگار پر مزید نئے نئے موضوعات جنم لیتے ہیں۔ جدید نظم میں انسانی ذات کی شناخت بنیادی وظیفہ رہا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ناصر عباس نیّر لکھتے ہیں:

> "جدید نظم کا محور ذات ہے؛ شاعر کی اپنی ذات، جسے انسان کی ذات کا استعارہ بنایا جاسکتا ہے۔ جدید شاعر نے ذات کی شناخت، نشوونما اور انکشاف کو اپنا مقصود بنایا۔ نیز ذات کی مدد سے سماج و کائنات کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے نظمِ ذات کے سفر کا وسیلہ تھی، اور سفر نامۂ ذات بھی! شناخت و تلاش کے سفر میں دوبار خود ہی سے آن ملتا تھا۔"(۱)

اس تناظر میں دیکھیں تو محمد سلیم الرحمن کی نظمیں تہذیبی ثقافتی، سیاسی، روحانی اور ادبی اقدار کو بتدریج اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں محمد سلیم الرحمٰن اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> "شاعری کیا ہے؟ شعر کہنے والے کی ذات بیچ دریاؤ، ذات کو بانٹتا ہوا، کبھی سیرابی، تو کبھی طغیانی، کبھی سکھاڑ، مگر ہمیشہ ایک جگائے رکھنے والا بہاؤ، نابھرنے والا زخم، جدائی کا نشان اور ہر نظم ایک بظاہر بے ترتیب حقیقی یا خیالی دنیا کو بار بار مرتب کرنے کی کوشش۔ ہر نظم پیام جسے کبوتر لے اڑے اور مخالف ہواؤں اور صداؤں سے الجھتا ہوا جانے کس گھر جا اترے یا بوتل میں بند عبارت جو سمندر میں بہتے بہتے کسی کے ہاتھ آجائے ایک حیرت زدہ اجنبی کی کسی دوسرے حیرت زدہ اجنبی سے ہم کلامی۔ اس سے آشنا ہوتے ہوئے زندگی سے آشنا ہوتے ہوئے اپنے تخیل سے آزاد ہو کر اپنے تخیل میں گم ہو کر ایک عمر گزری ہے"(۲)

محمد سلیم الرحمن (12 اپریل 1936ء) جدید اردو نظم کے اہم ترین نمائندوں میں سے ایک ہیں۔ ان کے خاص ادبی اسلوب اور اعلیٰ ذوقِ شاعری کی جھلکان کا عربی، فارسی، انگریزی، ہسپانوی، جرمن اور دیگر یورپی زبانوں پر عبور اور وسیع مطالعہ ہے جو انہیں صاحبِ طرز ادباء کی صف میں شامل کرتا ہے شاعری میں موضوعات اور ہئیت میں قدیم و جدید کی آمیختگی نے ان کے طرز اظہار کو موضوع اور ہیئت کے لحاظ سے جدید طرز اظہار پیدا کیا ہے۔

مجھ ایسے قاری کے لیے ان کی شعری خدمات کی اہمیت متعین کرنا آسان نہیں تھا کہ سات دہائیوں پر مشتمل فکری اور فنی اوصاف سے لبریز شاعر محمد سلیم الرحمن کو ناقدین نے اب تک نظر انداز کیا ہے۔ اس مقالے کے ذریعہ محمد سلیم الرحمن کو جدید اردو نظم کی روایت میں تفہیم و مقام و مرتبہ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے ان کے شعری مجموعہ "نظمیں" کے مطالعہ کے دوران ان کی شاعری کی نہ صرف فکر کو اجاگر کیا جائے گا بلکہ

فنی اعتبار سے نظم میں جدت سے ہمکنار کرنے کا محاکمہ بھی کیا جائے گا وہ شاعر جو جدید نظم کی روایت میں نثری نظم اور ویلانل کو رواج دینے والا ہے جدید نظم اور نئی شاعری کی روایت اور ارتقاء میں محمد سلیم الرحمن کی نظر اندازی شاید ان کے مجموعہ کلام یا کلیات کی عدم اشاعت ہے مگر ادبی جرائد ور سائل کے اوراق ان کی ادبی خدمات کے بین ثبوت ہے۔ محمد سلیم الرحمن نے ۱۹۵۷ میں شاعری کا آغاز کیا ان کا شعری مجموعہ "نظمیں" کے عنوان سے 2002ء میں قوسین، لاہور سے شائع ہوا جس میں 135 نظمیں میں شامل ہیں اس مجموعہ میں 1957 سے 2001 تک کی نظمیں سنین کے اعتبار سے شائع کی گئی ہیں۔ محمد سلیم الرحمن کی نظمیں مواد، موضوع اور اسلوب کے حوالے سے اردو نظم میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں انہوں نے یورپی ادب اور اردو کلاسیکی ادب کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا کلاسیکی ادب کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا ان کی شاعری پر اس کے گہرے اثرات ملتے ہیں محمد سلیم الرحمن کی نظموں میں خیال کی ندرت، موضوعات اور ہیئت میں تنوع ہے شعری مجموعہ "نظمیں" میں شامل اکثر و بیشتر نظموں کے عنوانات نہیں ہیں بلکہ پہلے مصرعے ہیں کو فہرست میں بطور عنوان لکھا گیا ہے انہوں نے خارجی زندگی کے ساتھ ساتھ داخلی زندگی کو بھی موضوع بنایا ہے انسان کی بے ثباتی، بے بسی کے ذکر کے ساتھ ساتھ مناظر فطرت کا بیان انفرادیت کا حامل ہے انہوں نے نظموں میں نفرت، ظلم اور ناانصافی کے لیے آواز بلند کی ہے اور محبت اور امن کا درس دیا ہے۔ ان کی نظموں میں جابجا نفرت ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز بلند کی ہے مگر اس میں بغاوت کا عنصر نہیں ہے کیونکہ انہیں احساس ہے کہ نرمی سے کہی گئی بات دل میں اتر جاتی ہے اور کانوں کو بھلی لگتی ہے ان کی نظموں کا آہنگ بلند نہیں بلکہ دھیما ہے شاید اس کی وجہ ان کے اپنے مزاج کا دھیما پن ہے۔

نظم "ظلم کی کھیتی" میں ظلم کی فصل سے ظلم ہی اُگے گا اور ظالم کی زندگی بے چینی اور بے اطمینانی سے لبریز ہو کر اس کے ہر لمحے کو اذیت ناک بنا دیتی ہے

ظلم اپنے آپ سے بیزار ہو جانے کا نام
اک طرح کی خودکشی
بانجھ پن کی ابتداء یا انتہا
ظلم کی وادی میں کھیتی بر سر پیکار ہے
کون کانٹوں کی کٹائی کے لئے تیار ہے۔(3)

ظلم کو کھیتی اور کانٹوں کو فصل قرار دے کر اس بات کا اظہار کیا ہے کہ اس فصل ظلم کی کٹائی کے لیے کوئی تیار نہیں ہے تو پھر انسان کو نفرت اور بے حسی کو ترک کر کے محبت کی طرف راغب ہونا چاہیے جس سے زندگی گلو گلزار بن جائے گی اور ہر جگہ امن اور آشتی کا دور دورہ ہو گا اسی خیال کو انہوں نے اتنی محبت کرنے

والے پھر نہ ملیں گے میں سمویا ہے۔اس نظم میں انہوں نے یہ احساس دلانے کی کوشش کی ہے کہ ہمیں دنیا کے بکھیڑوں میں پڑ کر محبت جیسے نایاب جذبے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ محمد سلیم الرحمن کا شمار ان جدید شعراء میں کیا جا سکتا ہے جن کے ہاں نئی تشکیلات کی بدولت قاری پر قدرے مشکل ہوتا ہے اور ایسے شعراء کی شاعری پر بے معنی، مبہم، اور تجرید محض ہونے کا الزام عائد کیا گیہ تھا۔ان الزامات کا جواب تبسم کاشمیری نے یوں دیا تھا کہ

> نیا شاعر لفظوں کی معنویت تخلیق کرنے پر قادر ہوتا ہے ----- لفظوں کو نیا جنم دینے کے باعث اکثر نقاد یہ فرماتے ہیں کہ نیا شاعر لفظوں کی دنیا کا انارکسٹ بن جاتا ہے اور اس کے فن پارے میں تجرید غالب آ جاتی ہے جس کے باعث لفظوں سے بننے والی صورت یا امیج کی ٹوٹی پھوٹی شکل ہمارے سامنے آتی ہے لیکن یہ اعتراض بالکل تے معنی ہے کیونکہ میتھڈ کے بدلنے سے امیج میں کہیں بھی تجرید پیدا نہیں ہوتی۔ محض اس کی صورت بدل جاتی ہے جو بعض ذہنوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتی۔"(4)(Anarchist)

اگر غور کیا جائے تو ہماری معاشرتی اقدار کی تباہی کی ایک بڑی وجہ محبت اور خلوص جیسے نادر جذبات کا فقدان ہے انسان دنیا کی بوکلمونی میں کھو کر مشین اور مصنوعی زندگی گزارنے پر مجبور ہے اس نظم میں محمد سلیم الرحمن نے انسان کو محبت اور انسان دوستی کا درسیوں دیا ہے کہ ہمیں رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر ان سے محبت کرنی چاہیے۔

روکھی سوکھی کھا پر نہ بن روکھا سوکھا
سب ہیں سنگی سوہنے کو جے گورے کالے
نہ کر چنتا کون یہاں پہ بھولا چوکا
راہ کراہ میں کوئی نہیں پل بھر بھی اکیلا
یار نے باہیں پکڑ لیں تو بن باس بھی میلا (5)

محمد سلیم الرحمن کی نظموں میں وقت کے جبر کا احساس ملتا ہے یہ تیزی سے گزرتے ماہ و سال زندگی کو وقت کے پیمانے میں مسلسل بھرتے جا رہے ہیں اس نظم میں گہرا ملال نظر آتا ہے کہ زندگی بس ایک بار سو اٹھنے کا نام ہے کہ بچپن میں شاعر بے فکر ہو کر سو گیا آنکھ کھلنے پر اسے احساس ہوا کہ اس کا بچپن جو بے فکری خوشی اور سکون سے بھرپور تھا اس کے پاس نہیں رہا اور وقت اس کے چہرے پر اپنے نشان چھوڑ کر چلا گیا ہے۔اس نثری نظم نے بچپن کے جانے اور بڑھاپے کی آمد کا بیان بہت خوبصورت ہے۔

"جب میں دوبارہ جاگا تو ہلکی دھوپ اور تیز ہوا کی حکمرانی تھی۔ جھاڑ رہے تھے اور آسمان میں روشنی سو رہی تھی گھنٹیوں کی مدہم آواز میں میرا بچپن لوٹا اور دودھ کی طرح میرے بالوں اور رخساروں کو چھوڑ کر چلا گیا۔(6)

وقت کے سرعت سے گزر جانے کا احساس ان کی نظم "آج کا کام کل پر چھوڑنے والوں کے نام" میں ہے ان کے مشاہدے کی گہرائی اور گیرائی ظاہر کرتی ہے کے حال میں اگر ہاتھ پاؤں نہ مارے گئے مستقبل میں لاحاصلی ملے گی امید کے ساتھ ساتھ انسان کو وہ عمل بھی کرنا چاہیے" نظمیں" میں محمد سلیم الرحمن کی انسان دوستی کھل کر سامنے آتی ہے ہمیں رنگ و نسل اور مذہب کی تفریق کے بغیر بنی آدم بالخصوص مظلوموں کی مدد کرنی چاہئے اور غیبی امداد کے بھروسے پر ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ اگر ہم عمل کی طرف راغب نہ ہوئے تو صرف شرمندگی ہی مقدر ٹھہرے گی اس کے برعکس حالات سنگین ہو سکتے ہیں۔ اس لیے وقت کی نزاکت کو سمجھنا چاہیے۔

امید پر دنیا قائم ہے لیکن کب تک
چپ چاپ رہیں
امید کا پھل جب تک نہ سکے اس کی تلخی
ہم کیسے سہیں؟
ظلم کا رونا روتے ہیں گھر گھر جا کر
اور گھر آ کر
ظالم سے ہمیں کچھ کہتے ہوئے رہتا ہے بہت
جھگڑے کا ڈر
اور پھر
جب چڑھ کر دامن گیر ہو کل مظلوموں کے خون کا دریا
یہ نہ ہو کہ کہیں کچھ داد نہ اس کو ہم سے ملے
اک چپ کے سوا(7)

اردو کی شعری روایت میں مناظر فطرت کبھی تشبیہ استعارہ کی صورت میں سامنے آتے ہیں کبھی محض منظر نگاری کے طور پر کبھی کبھی معروضی تلازمہ کے طور پر لیکن خارجی مناظر فطرت سے جو گہرا رشتہ ہمیں محمد سلیم الرحمن کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے اردو شعری روایت میں ایک خوشگوار اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے جیسے نظم "بھور کا ٹھنڈا میٹھا تارا" میں سورج کے طلوع ہوتے ہی چاند کے کھو جانے کی منظر کشی نہایت دلفریب ہے

ٹھنڈی رات بھر ٹھٹھرتے تارے

پُروا اور بیتی ہوئی رت کا
سندر اور اداس چندا
پو پھٹتے ہی روپ بدل کر
نیلے اور سنسان گگن کی
اونچائی میں کھو جائیں گے۔(8)

محمد سلیم الرحمن نے اپنی نظموں میں خیال کی ندرت کو زبان و بیان سے ہم آہنگ کر کے اردو شعری روایت میں منفرد اودنئے امیجز بنائے ہیں۔ جیسے نظم "رات کے در و دیوار میں " شاعر انسان کی کمتری اور بے چارگی کو حشرات سے تشبیہ دیتا ہے۔

میں بھی شاید دیمکوں، چونٹیوں پتنگوں
کاکروچوں اور انجن ہاریوں
جتنا فرمایا لیکن
ان کو قسام ازل سے جو ملا ہے
اس کو پا کر کوئی پرواہ ہی نہیں کہ
اور اس دنیا میں کیا ہے۔(9)

محمد سلیم الرحمن نے جدید نظم نگاری کے فکری اور ہیئتی تنوع، خارجیت اور داخلیت، لفظیات، رمزی علامتی اور تجریدی اسلوب میں رقم کر کے احساسات کی بہت سی سمتیں اور معنویت کی کئی پرتیں نظم سمونے کی کامیاب کاوش کی ہے۔ ان کا اسلوب اور منظر کشی جدید اردو نظم میں بالکل الگ ذائقہ کے ساتھ منفرد پہچان بھی رکھتی ہے انہوں نے داخلیت اور خارجیت کو یوں یکجا کیا ہے کہ بسا اوقات غیر مرئی صورتیں نمودار ہوتے ہوئے بھی فن پارے کی تفہیم میں ابہام پیدا نہیں کرتی بلکہ یہ صورتیں مجسم ہو کر قاری سے مکالمہ کرتی نظر آتی ہیں ان کی نظموں کا خاصہ ان کی تمثال کاری ہے جو تخلیق کار کے شعور اور لاشعور کو یوں متشکل کرتی ہے کہ نظموں میں عدم ابلاغ کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

فارسی عربی انگریزی ہسپانوی اور جرمن زبانوں کے ادب کے مطالعے تراجم اور اس کلاسیکی ادب سے انسیت نے ان کی لفظیات کو دو طرفہ بنا دیا ہے یہی سبب ہے کہ انہیں نادر تشبیہات و استعارات، علامات، تراکیب تخلیق کرنے میں ملکہ حاصل ہے مثلاً زائچوں کا کرب، نیلگوں اثبات، ڈھال تجرید، فوارہِ نسیاں، خرمنِ تحیر، ارغوانی بیابان خیرگی کا گرداب وغیرہ وغیرہ ایسی نادر تراکیب ان کی نظموں میں بکثرت نظر آتی ہیں۔ڈاکٹر ناہید قمر رقمطراز ہیں

"محمد سلیم الرحمن کی انفرادیت نے اپنے تخلیقی اظہار کے لئے جو راہ اختیار کی ہے وہ فوری ابلاغ نہیں بلکہ خلوص اور ریاضت کے ساتھ تفہیم کی متقاضی ہے۔ انہوں نے ایک سچے تخلیق کار کی طرح مختلف رویوں اور رجحانات سے اپنی باطنی سچائیوں سے ہم آہنگ رنگوں کا انتخاب کیا اور ان کی ترتیب نو سے ایک منفرد اسلوب تراش لیا۔ اس لیے ایک بامعنی تحیر ان کی نظم کا خاصہ ہے جو قاری کے ذہن کو تادیر اپنی گرفت میں رکھتا ہے"(10)

ابرار احمد محمد سلیم الرحمن کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"محمد سلیم الرحمن جدید نظم کے چند اہم ترین شاعروں میں شامل ہیں اور بے نیازی اور لگن سے مسلسل کام کیے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے باطن کی روشنی سے لفظوں کو چمکاتے ہیں۔ سیدھے سادے لفظوں میں معنی کا ایک جہاں سمو دیتے ہیں۔ ان کا لہجہ دھیما ہے ان کی ذاتی واردات، یاد، محبت، مقامی اور عالمی تناظر میں فرد کی صورت ہے۔۔۔۔۔ ان کا کام دیکھا اور یاد رہنے والا ہے اردو میں نثری نظم کا آغاز محمد سلیم الرحمن ہی نے کیا۔ یوں اردو نظم میں ایک بہت بڑے امکان کی بنیاد انہوں نے رکھی اس بابت دعوے بہت سے لوگوں نے کر رکھے ہیں۔"(11)

غلام حسین ساجد محمد سلیم الرحمن کی شاعری اور خاص طور پر نظم میں شامل نظموں کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"1966ء میں منتخب کی جانے والی نظموں کی تعداد بائیس ہے لسانی تشکیلات کی تحریک کا آغاز بھی اسی زمانے میں ہوا تھا اور نثری نظم کی تحریک کا بھی۔۔۔۔ اور شاید پہلی نثری نظم لکھنے کے اعزاز کا بھی وہی مستحق بھی ہو کہ اس نے اسی زمانے میں اپنی نثری نظموں کو "سویرا" میں شائع کرانا شروع کیا تھا۔۔۔۔۔ محمد سلیم الرحمن کی "نظمیں" کو اردو نظم کی مجموعی روایت کے ساتھ رکھ کر دیکھنا ممکن نہیں کیونکہ یہ کتاب موضوعات اسلوب اور ہیتی تنوع کی بنا پر لمحہ موجود کی نظمیہ روایت سے یکسر الگ ہے۔(12)

غلام حسین ساجد کی مذکورہ بالا رائے کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ سوال جنم لیتا ہے کہ نظمیہ روایت سے الگ یہ شاعری کسی نئی روایت کا پیش خیمہ ہے اس کا جواب یقینا اثبات میں ہو گا شاعری کا جدید دور نثری نظم ہی کا ہے جہاں تک آزاد نظم، نظم معری اور مثنوی کا تعلق ہے تو ان ہیتوں میں کہی گئی نظمیں بھی موضوعات کے اعتبار سے دور حاضر میں اپنی بقا کے واضح امکانات رکھتی ہیں۔ محمد سلیم الرحمن کی نظموں کے موضوعاتی مطالعہ کے بعد یہ مناسب ہو گا کہ ان ہیتی تجربوں کی بات کی جائے جن کی بدولت محمد سلیم الرحمن کی شاعری اردو شاعری کی جدید روایت کا سنگ میل ہے۔ فنی حوالے سے اگر محمد سلیم الرحمن کی نظموں کا مطالعہ کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ یورپی ادب عالیہ کے وسیع مطالعے نے ان کی شاعری پر بہت گہرے اثرات ڈالے ہیں انہوں

نے (13) ہے۔(Villanelle)شاعری کی جس ہیت کو اردو میں متعارف کروایا وہ ویلانل ہے۔اس ہیت میں ہر نظم چھ بندوں یعنی سطروں پر مشتمل ہوتی ہے۔پہلے پانچ بند تین تین مصروں کے ہوتے ہیں۔جبکہ چھٹا بند چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔کا پہلا مصرع ہی چھٹا بارواں اور اٹھارواں ہوتا ہے۔جبکہ تیسرے مصرے کی تکرار نوویں، پندرویں اور انیسویں مصرے میں ہوتی ہے۔جیسے،

پندرہ چاند اور چودہ سورج ڈوب چکیں تھے تب میں دیکھوں گی
باغ میں اپنے من موہنے کو آموں کی رکھوالی کرتے
پیار کو اپنے اب کی دفعہ میں آنکھوں آنکھوں میں کہہ دوں گی
کھیل تماشوں کا وہ لو بھی اور اسے میں دل دے بیٹھیں
پیار کو کھیل سمجھ کر میرا جینہ دکھانا نکھٹ لڑکے
پندرہ چاند اور چودہ سورج ڈوب چکیں گے تب میں دیکھوں گی
پیڑ گھنے اور ٹھنڈی چھاؤں پکتے آم اور بہتا پانی
چھاوں تلے میں اس لڑکے سے بات کروں گی بے کھٹکے
پیار کو اپنے اب کی دفعہ میں آنکھوں آنکھوں میں کہہ دوں گی
اس چاہت نے میرے بدن میں کیسی سہانی آگ سی بھر دی
شاید مل کر چین پڑے کچھ برہ کے دن اب رہ گئے کتنے
پندرہ چاند اور چودہ سورج ڈوب چکیں تب میں دیکھوں گی
جانے کل کیا بیتے مجھ پر جاؤں گھر سے دور بیاہی
جیٹھ کی دھوپ سا جیون کاٹوں، دل پر پتھر کی سل رکھ کر
پیار کو اپنے اب کی دفعہ میں آنکھوں آنکھوں سے کہہ دوں گی
کاش میرے بارے میں سچ ہی کہتی ہوں وہ جوگن بوڑھی
موہنی ہے کالے نینوں میں ٹیکری والوں کی لڑکی کے
پندرہ چاند اور چودہ سورج ڈوب چکیں تھے تب میں دیکھوں گی
پیار کو اپنے اب کی دفعہ میں آنکھوں میں کہہ دوں گی۔(14)

اس ہیت یعنی ویلانل میں محمد سلیم الرحمن نے جو نظمیں لکھیں" نظمیں" میں ان کی تعداد کل تین (3) ہے پہلی نظم "پندرہ چاند اور چودہ سورج ڈوب چکیں تب دیکھوں گی" دوسری نظم "نیندوں کے جل تھل پچھواڑے دریا بہتا جائے" نظمیں صفحہ 173 اور "ہم بھی یہاں رستے میں تمہارے کب سے کھڑے ہیں دیکھو تو "نظمیں صفحہ 175 پر ملتی ہیں۔ سلیم الرحمن نے نظم کی مروجہ ہیتوں پابند نظم، معری نظم، آزاد نظم کے ساتھ

ساتھ اردو اور فارسی ادب کی صنف "مثنوی" کو بھی برتا ہے مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی نظم میں مناظرِ فطرت کا دلفریب بیان انسان کو قدرت کے قریب لے جاتا نظر آتا ہے جیسے

ایک تنہا سفر کی کہانی
اپنی بے چارگی کی زبانی
میں نے کیا کہا بلوے سمندر
تھی بلائیں چھپی جن کے اندر
خاک صحراؤں کی بھی اڑائی
میری ہمت سرابوں نے ڈھائی
بھید اپنا ہی پایا نہ تیرا۔(15)

محمد سلیم الرحمن نے کمال مہارت سے انسان کی زندگی کے طویل سفر کی مختصر مگر جامع کہانی پیش کی ہے زندگی کے سفر کے مشکل مراحل کے بیان کے ساتھ ساتھ انسان کی بے ثباتی کا ذکر ہے جو اسے ہزاروں آسائشوں کے ساتھ میسر ہے خدا نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا ہے لیکن اس کے باوجود بھی انسان اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے انہی معاملات کا خوبصورت انداز میں ذکر مثنوی کی ہیئت میں لکھی گئی نظم "ایک تنہا سفر کی کہانی" میں ہوتا ہے۔

محمد سلیم الرحمن نے اپنی نظموں میں لفظوں کو نیا جنم دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شاعری صرف سیاسی سماجی موضوعات کے ارد گرد یا نوجوانی کے رومانوی جذبات کی عکاس نہیں یہ ایک ہنر ہے کائنات کے بارے میں کسی خاص زاویہ نظر سے جو کہ باطن میں اترنے کے ساتھ ساتھ ایک ماہرانہ فنی ساخت کا نام ہے محمد سلیم الرحمن ماہر تعمیر کی طرح نظم کے موضوعات پر توجہ دیتے ہیں۔ جیسے 1972ء میں لکھی گئی ایک نظم ہے جس کا عنوان نہیں ہے مگر شاعر کمال مہارت سے تین لائنوں میں پوری بات مکمل کی ہے جو نظم "ہائیکو" کے بہت قریب ہے۔ اس نظم میں ہمیں اکٹھی چھے "ہائیکو" ملتی ہیں۔

کوئی داد ہے نہ فریاد۔
لوٹا سارا ہی سامان۔
جو بچی سو اس کی یاد۔
آگے جنگل مجھ میں لاکھ۔
یہ پھول تو ملے مراد۔
نہیں تو خاک میں مل گئی خاک۔
میں کہاں سے لاؤں آگ؟

کچھ اپنا آپ ٹٹول۔
آگے لچھے تیرے بھاگ۔
میرا کوئی گھاٹ نہ گھر
ایک کرن کے پہلے نیند۔
میں سونگ کہا جا کر؟
کوئی پیاس بجھانی ہے۔
بوبو تو وہاں ڈوبو
جہاں پانی بہتا ہے۔
مست ہویوں ڈانواں ڈول
جو ٹوٹ چلا پنجرہ،
اڑ جا اپنے پر کھول۔(16)

محمد سلیم الرحمن کی یہ نظم کے جس کے بند کے ہر تین تین مصرعے نظم ہائیکو کی طرف ایک واضح اشارہ ہے۔ اس نظم کے ایک بند یعنی تین لائنوں کو پڑھا جائے تو وہ مکمل معنی دے رہی ہیں کیا اس نظم میں ہمیں چھ ہائیکو پڑھنے کو ملتی ہیں۔ محمد سلیم الرحمٰن نے اگرچہ شاعری کا آغاز 1957ء میں کیا تھا۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ 2002ء میں "نظمیں" کے عنوان سے زیور طبع سے آراستہ ہوا اور اس شعری مجموعے میں شامل نظموں کی تعداد 135 ہے۔ یہ مختصر شعری مجموعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے محمد سلیم الرحمن نے معیار پر مقدار کو فوقیت نہیں دی ۔ سلیم سہیل محمد سلیم الرحمن کے شعری مجموعے "نظمیں" میں شائع نظموں کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"یہ نظمیں تمام زندگی پر محیط ہیں۔ کوئی ایسا وقت نظموں میں نہیں جس کی کیفیت نہ ہو یعنی یہ نظمیں اپنے داخل میں وقت کی روانی کا احساس لیے ہوئے ہیں۔ بھور کا تارا، صبح، دوپہر، سہ پہر، شام، رات، غرض جو لمحہ فرد پر جس طرح گزرا اس کی احساس سے مس کر کے دکھایا ہے رات کے تمام مظاہر کو کام میں لانے کی سعی نظر آتی ہے۔"(17)

نظم کی ایک وسیع دنیا ہے۔ اس میں پابند نظم سے لے کر نثری نظم تک کے سفر میں متعدد ہیئتی تجربات کیے گئے۔ اردو نظم جس بھی ہیئت میں لکھی جاتی رہی بلاشبہ اس صنف سخن میں اتنی قوت موجود ہے کہ ہر دور میں یہ ترقی کی راہ پر گامزن رہی ء آج بھی اردو نظم تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کی اگلی منازل کی طرف رواں دواں ہے(18)

محمد سلیم الرحمن نے ایک عظیم فنکار اور سچے تخلیق کار کی طرح فن کو عبادت کا درجہ دیا مگر ناقدانہ لہجے میں سماج میں بکھرے ظلم، جبر، ناانصافی، بیگانگی کو موضوع بنایا ہے اور نیش کو نوش بنا کر معاشرتی ناہمواریوں

کو ہدف تنقید بنایا۔ بیسویں صدی کے نصف سے اکیسویں صدی کے آغاز تک انسان کے نرم و لطیف جذبات و احساسات اور امنگوں کی بھرپور عکاسی کی ہے یہی وجہ ہے ان کی شاعری اور منظر کشی اور ہئیت کے حوالے سے جدید اردو نظم میں بالکل الگ ذائقہ کے ساتھ ساتھ اپنی منفرد پہچان بھی رکھتی ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ ناصر عباس نیر، نظم کیسے پڑھیں، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2018)، ص292

2. محمد سلیم الرحمن، نظمیں (لاہور: قوسین 2002ء)، ص۔ بیک فلیپ

3۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص82

4۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، "نئی شاعری یا میتھڈ" مشمولہ، نئی شاعری، مرتبہ افتخار جالب (لاہور: نئی مطبوعات 1966ء)، ص396

5۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص198

6۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص48

7۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص92—93

8۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص 14

9۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص207

10۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، "جدید اردو نظم اور محمد سلیم الرحمن کی شعری کائنات" مشمولہ اردو ادب میں تاریخیت (اسلام آباد: پورب اکادمی، طبع اول جنوری 2017ء)، ص104

11۔ ابرار احمد، "جدید اردو نظم پاکستانی تنا ظر میں"، مشمولہ، معاصر شاعری، (راولپنڈی، شمارہ 01 نومبر 2006ء)، ص20

12۔ غلام حسین ساجد، محمد سلیم الرحمن کی نظمیں، مشمولہ، انگارے، مرتبہ سید عامر سہیل (ملتان: شمارہ 6، جون 2003ء)، ص13

13.۔ Villanelle: Originally used for Pastoral (Q.V) poetry in various forms. Jean Passerat (1534 -1602) very probably fix the standard form. Five three –lined stanzas or tercets (Q. V) and a final quatrain (Q. V). The first and the third of the first tercet recur alternately in the following stanzas as a refrain (Q.V) and form a final couplet. A number of English poets have experimented with it, notably Oscar Wilde W. E. Henley and W. H. Auden. J.A Cuddon (Edt.), "Dictionary of Literary terms and Literary Theory (Third Edition) (Great Britain: Penguin books, 1994) page 1031.

14۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص17۔18

15۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص176

16۔ محمد سلیم الرحمن، نظمیں، ص117

17۔ سلیم سہیل، زندگی اور موت کے درمیان چند لکیریں (لاہور: سانجھ پبلیکیشنز، 2010ء)، ص79

18- حشمت خان، اردو نظم میں ہیئت کے تجربات (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ) غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ ڈی، مملوکہ ہزارہ یونیورسٹی، 2020ء)، ص521